UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.05 | Issue 02 |January –June 2022
DOI:

زکوۃ کے جدید مسائل کے حل میں مولانا گوہر رحمن کا منہج تحقیق وافتاء۔۔

The methodogy of Molana Gohar Rahman in research and Ifta to solve the modern Zakat issues

Inam-ur-Rehman
PhD Research scholar Abdul Wali Khan University Mardan, K.P
Email: inamurrehman1987@gmail.com

Dr. Muhammad Naeem
Assistant Professor (Sharia), Abdul Wali Khan Uniersity Mardan, K.P
Email:drnaeem@awkum.edu.pk
DOI:

Abstract:
Zakat is an essential part of Islamic financial system and provides a system of supporting and empowering the financially challenged segments of the society. The details regarding nisab, masarif are elaborated by scholars in details. However, in the new era different questions regarding various aspects of zakat are being asked. Maulana Gohar Rehman was a great scholar of his time and besides his valuable contributions in tafseer and Hadith, he had deep understanding of fiqh. It was the trust of public that they used to send him questions for seeking shariah guidance and asked for Fatawa regarding present day issues. Maulana Gohar Rehman had answered a number of such questions and has published them in his fatawa "Tafheem Ul Masail". This article discusses his approach in giving fatawa and responding to questions related to zakat and some of his answers are briefly mentioned to understand his solutions to current day concerns regarding zakat.
***Keywords**: Zakat, Nisab, Masarif, Fi Sabeem lillah, Fatawa, Methodology, Maulana Gohar Rehman, Tafheem ul Masail*

تمہید

شیخ القرآن والحدیث مولانا گوہر رحمنؒ چمراسی شنگلی نزد اوگی ضلع مانسہرہ (جو کہ قیام پاکستان سے قبل ریاست امب دربند کا حصہ تھا) میں ۱۹۳۰ھ [1] کو مولوی شریف اللہ کے ہاں ایک غریب مگر علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان پٹھانوں کی ایک شاخ مانکیال اکوزئی سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ کے جدامجد مولانا عبد الکریم مشہور عالم دین اور عظیم مجاہد تھے۔ جنہوں نے اخون بابا کے ساتھ ملکر سکھوں کے خلاف جہاد کیا۔ آپ کے والد

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.05 | Issue 02 |January –June 2022
DOI:

مولانا شریف اللہ مرحوم اپنے علاقے کے معروف عالم دین تھے اور سابق ریاست اپر تناول (ریاست امب دربند) میں موضع کوبائی میں امام تھے۔ یہ جگہ ان کے آبائی گاؤں چھراسی سے دس کوس پر واقع ہے۔ ضلع مانسہرہ کے درہ شنگلی میں ان کے خاندان کے تین گاؤں تھے جو اب بھی موجود ہیں[٢]۔

بچپن اور تعلیم زندگی:

شیخ القرآنؒ نے اپنے بچپن کے بارے میں پروفیسر عبد الغنی فاروق کو خط کے ذریعے دیئے گئے انٹرویو میں لکھا ہے کہ؛

"سابقہ ریاست اپر تناول (ریاست امب دربند) کے حکمران بڑے ظالم وجابر تھے ریاست کی تمام زمینیں اور جنگلات اس نے غصباً اپنی ملکیت بنادیئے تھے۔ اور عوام کو اپنے مزارعین اور ملازمین بنادیا تھا۔ البتہ ائمہ مساجد اور علماء کو سیری کے نام سے زمین بقدر گزارہ مفت دی جاتی تھی۔ امام مسجد کے انتقال کے بعد اگر اس کی اولاد میں کوئی امامت کے قابل ہوتا تو سیری بحال رہتی ورنہ کوئی دوسرا امام مقرر ہوکر آجاتا اور زمین پر اس کا قبضہ ہوجاتا تھا۔ میں اور میرا چھوٹا بھائی مولوی محمد ہارون دونوں والد کے انتقال کے وقت نابالغ تھے اس لئے دوسرا امام مقرر ہوکر آیا اور ہمارے مکان اور زمین دونوں پر قبضہ کرلیا۔ انتقال کے وقت میرے والد محترم اپنے آبائی گاؤں سے کوئی ١٠ میل دور کوبائی نام کے ایک گاؤں میں امام تھے۔ مکان اور زمین سے بے دخل ہونے کے بعد میری والدہ محترمہ ہم دونوں بھائیوں اور تین بہنوں کو لے کر گاؤں چھراسی میں میرے ماموں کے ہاں منتقل ہوگئیں اور محنت مزدوری کر کے ہماری پرورش کی، پرائمری پاس کرنے کے بعد مجھے اور میرے بھائی کو دینی تعلیم کے لئے علاقہ اگرور تحصیل مانسہرہ کے گاؤں بیلیاں بھیجا اور میرا تعلیمی سفر شروع ہوا۔"[٣]

تعلیمی خدمات

شیخ القرآنؒ نے ١٩٥١ء میں درس نظامی کی ضروری کتابوں کی تکمیل کے بعد ضلع مردان تحصیل صوابی قصبہ یار حسین کے محلہ ڈاکی چم کی مسجد میں درس وتدریس کا آغاز کیا۔ بعد میں یار حسین کے ایک دوسرے محلہ جان خیل کی مسجد میں منتقل ہوئے اور تدریسی کام جاری رکھا۔ اس کے بعد ایک سال مولانا غلام اللہ خان صاحب کی درخواست پر دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ بعد میں مفتی سیاح الدینؒ کے اسرار پر ایک سال دارالعلوم سلفیہ فیصل آباد میں بھی تدریس کے فرائض انجام دئیں۔ ١٩٥٨ء میں مستقل طور پر مردان منتقل ہوئے اور یہاں پر امامت اور خطابت اور درس وتدریس کے خدمات سرانجام دیتے رہیں۔ مردان کے حاجی سرفراز خان صاحب مرحوم نے آپ کو محلہ رستم خیل کے پرانے مدرسے میں تدریس کے

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.05 | Issue 02 |January –June 2022
DOI:

لئے بلایا تھا جو کہ بعد میں دوسری جگہ منتقل ہو گیا لیکن اسی محلے کی مسجد میں شیخ القرآنؒ نے حضرت مولانا غلام حقانی صاحب کے مشورے سے جنوری ۱۹۶۷ء میں دارالعلوم تفہیم القرآن کی بنیاد رکھی۔

فقہی مسائل پر مولانا گوہر رحمنؒ کی الگ سے منظم تحقیق اور تصنیف موجود نہیں تاہم ان کے پاس فتوی اور رائے کے لئے جو سوالات آتے تھے ان کے مبنی بر تحقیق تفصیلی جوابات اراسال کرتے تھے۔ انہیں سوالات میں سے کثیر تعداد میں اسلامی نظام معیشت اور نظام زکوٰۃ کے بابت سوالات ارسال ہوتے تھے۔ مولانا گوہر رحمنؒ اسلامی نظام معیشت و تجارت کا گہرا علم رکھتے تھے، انہوں نے اس ظمن میں موصول شدہ تمام سوالات کے تفصیلی اور تحقیقی جوابات تحریر کئے اور انہیں اپنے فتویٰ 'تفہیم المسائل' میں شائع کیا۔ تفہیم المسائل کی چھ جلدوں میں زکوٰۃ اور اس سے متعلق سوالات کے جوابات مختلف مقامات پر موجود ہے۔

شیخ القرآنؒ کا منہج تحقیق

مولانا گوہر رحمنؒ کا منہج تحقیق یہ تھا کہ

- کسی بھی مسئلے کے بارے میں سب سے پہلے قرآن کریم کی آیات اور احادیث کا بیان کرتے اور اس کی روشنی میں مسئلے کا حل بیان فرماتے، مزید توضیح کے لئے صحابہ کے اقوال ذکر کرتے اور ائمہ کرام اور فقہاء عظام کی اقوال بھی بیان کرتے۔
- مولانا گوہر رحمنؒ کے منہج کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اگر ایک مسئلہ کے بیان کے لئے براہ راست قرآنی آیات سے رہنمائی ممکن ہوتی تب بھی مولانا ان آیات پر اکتفاء نہ کرتے بلکہ ان آیات کے بیان کے بعد اس موضوع کی احادیث بھی ساتھ بیان کرتے اور آیات و احادیث کی روشنی میں ایک جامع راہنمائی فراہم کرتے۔
- بعض سوالات کے جوابات میں مولانا نے صرف جواب تحریر کرنے کی بجائے موضوع کی اہمیت کے پیش نظر ایک مکمل مقالہ لکھنے کو ترجیح دی ہے جہاں پر انہوں نے لغوی تحقیق کے علاوہ قرآن و حدیث کی رو سے رہنمائی اور مختلف مذاہب فقہ میں اس مسئلے کی تفصیلات کو بیان کرنے کے بعد اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.05 | Issue 02 |January –June 2022
DOI:

- مولانا کے منہج کی ایک خاص بات یہ ہے کہ مولانا ہر مسئلے میں صرف حنفی فقہ بیان کرنے کی بجائے تمام مذاہب کا مسلک اور ادلہ بیان کرتے ہیں اور آخر میں اپنی رائے ذکر کرتے ہیں۔
- اسی طرح مولانا کا منہج یہ ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جمہور امت کے مقابلے میں تفرد وشذوذ کی روش اختیار کرنا تحقیق نہیں بلکہ تجدد نما قسم کی ایک انفرادی رائے ہے جس کو فتوٰی کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا۔

نصاب زکوٰۃ کو دور جدید کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لئے نظر ثانی کے سوالات پر رائے۔ فتویٰ

موجودہ دور میں نصاب زکوٰۃ کے بابت بعض سوالات ایسے موصول ہوئے جن میں جدید دور میں قیمتوں کے اتار چڑھاو اور دیگر وجوہات کی بناء پر یہ تجاویز پیش کی گئی کہ نصاب زکوٰۃ پر نظر ثانی کی ضرورت ہے اور اسے موجودہ دور کے تقاضوں سے ہم اہنگ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ نظام زکوٰۃ کے ثمرات سے معاشرہ مستفید ہو سکے۔ ان نوعیت کے سوالات کے بارے میں مولانا گوہر رحمنؒ کا منہج یہ رہا کہ انہوں نے سب سے پہلے یہ وضاحت کی کہ نصاب زکوٰۃ کا تعین شریعت کے کس مصدر میں ہوا ہے اور اس میں ترمیم کا اختیار کس کے پاس ہے؟ اس کے بعد انہوں نے زکوٰۃ اور ٹیکس میں فرق کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ ٹیکس پر نظر ثانی کرنا اور اس کے نصاب کا تعین کرنا حکومت کا اختیار ہے تاہم زکوٰۃ کوئی ٹیکس نہیں بلکہ نماز اور روزہ کی طرح عبادت ہے اور اس کی جو تفصیلات طے کی گئی ہے ان میں ترمیم کا حق کسی حکومت یا فرد کو حاصل نہیں ہے۔

نصاب زکوٰۃ کے بارے میں مولانا گوہر رحمنؒ نے لکھا ہے کہ چاندی کا نصاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ " لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ "(۴) میں مقرر ہے اور اس میں ترمیم کا اختیار کسی کے پاس نہیں ہے۔ تاہم سونے کے نصاب کے بارے میں جو روایات موجود ہے ان کو نقل کرنے کے بعد مولانا گوہر رحمنؒ نے لکھا ہے کہ یہ روایات سنداً کمزور ہے تاہم ان روایات کی روشنی میں اجماع کے ذریعے سے سونے کے نصاب کا تعین کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ شریعت میں سونے اور چاندی کے نصاب میں سے کسی ایک کو اصل اور دوسرے کو فرع قرار نہیں دیا جاسکتا۔

باقی اموال تجارت کے نصاب کے لئے قیمت کا اعتبار کیا جاتا ہے اور اس میں سونے یا چاندی میں سے کسی کو بھی بنیاد بنایا جاسکتا ہے، تاہم یہاں پر مولانا نے اپنی رائے یہ پیش کی ہے کہ چونکہ چاندی کے نصاب کا تعین حدیث میں ہوا ہے اور سونے کے نصاب کا تعین اجماع کے ذریعے ہوا ہے، لہذا بہتر یہ ہوگا کہ باقی اموال تجارت کی قیمت کا تعین کرتے وقت چاندی کی قیمت کو بنیاد بنایا جائے۔ اس کے ساتھ ہی مولانا نے اس حوالے سے اجتہاد کی ضرورت

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.05 | Issue 02 |January –June 2022
DOI:

محسوس کرنے والوں کی رہنمائی کے لئے اصول فقہ کا ایک معروف قاعدہ بیان کیا ہے کہ اجتہاد نئے مسائل میں ہو سکتا ہے اور اگر مسئلہ اختلافی ہو تو کسی ایک رائے کو دوسری رائے پر ترجیح دینی ہو تو بہتر یہ ہے کہ یہ کام فقہاء عابدین کی ایک جماعت کریں اور انفرادی تحقیق کے ذریعے سے بھی یہ کام ہو سکتا ہے مگر قابلیت کے بغیر اجتہاد کرنا نہ عقل کا تقاضا ہے اور نہ شریعت کا۔

جدید مشینری اور آلات پیداوار پر زکوٰۃ

جدید دور میں پیداوار کے لئے استعمال ہونے والی مشینری اور آلات اکثر بہت مہنگے ہوتے ہیں تو ان پر زکوٰۃ کے حکم کے حوالے سے سوال کے جواب میں مولانا نے لکھا ہے کہ دور نبوی اور خلافت راشدہ کے تعامل کی روشنی میں فقہاء اسلام نے یہ قاعدہ پیش کیا ہے:

''وَالْأَصْلُ أَنَّ مَا عَدَا الْحَجَرَيْنِ وَالسَّوَائِمَ إِنَّمَا يُزَكَّى بِنِيَّةِ التِّجَارَةِ''[۵].

''سونے، چاندی اور جانروں کے علاوہ دوسرے اموال میں زکوٰۃ اسی وقت واجب ہوتی ہے، جبکہ یہ تجارت کی نیت سے رکھے گئے ہوں''۔

اس کی وضاحت میں انہوں نے لکھا ہے کہ یہ چیزیں اموال تجارت میں شامل نہیں ہے کیونکہ اموال تجارت میں وہ چیزیں شامل ہوتی ہے جن کو منافع پر فروخت کرنے کے لئے خریدا جاتا ہے، جبکہ مشینری اور آلات پیداوار کو منافع پر فروخت کرنے کی نیت سے نہیں خریدا جاتا، لہذا ان پر زکوٰۃ واجت نہیں ہوتی۔ اس حوالے سے انہوں نے فقہاء کے قواعد بھی بیان کئے ہیں۔ اس مسئلے میں علامہ یوسف القرضاوی کی رائے کو انہوں نے شاذ اقوال اور تکلفی قیاسات پر مبنی قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ جمہور امت کے مقابلے میں تفرد و شذوذ کی روش اختیار کرنا تحقیق نہیں ہے بلکہ تجدد نما قسم کی ایک انفرادی رائے جس کو فتویٰ کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا۔

قرض پر زکوٰۃ کے مسائل

قرض کی صورت میں زکوٰۃ کی ادائیگی سے مختلف سوالات کے جواب میں مولانا کی رائے کچھ یوں ہے کہ:

قابل الوصول قرض کی زکوٰۃ واجب ہے جبکہ وہ قرض جو ممکن الوصول نہ ہو (مثلاً مقروض منکر ہو جائے وغیرہ) تو اس کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اگر کسی نے قرض لے کر بینک میں رکھ دی ہو اور بینک والے اس سے زکوٰۃ کاٹ دے تو مقروض اس کو اپنے مال میں سے زکوٰۃ کی مد میں تصور کرلیں اور قرض دینے والے کو پوری رقم لوٹا دے تاکہ وہ خود اس سے زکوٰۃ ادا کر سکے۔ قرض حسنہ کے زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت کے بارے میں مولانا نے لکھا

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.05 | Issue 02 |January –June 2022
DOI:

ہے کہ سالانہ بنیاد پر زکوٰۃ ادا کرتے وقت بھی قرض حسنہ پر دی گئی رقم کی زکوٰۃ ادا کی جاسکتی ہے اور قرض حسنہ کی رقم واپس ملنے پر گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ یکمشت بھی ادا کی جاسکتی ہے۔

اگر کسی کو قرض دیا ہو اور اس قرض کو معاف کرکے اسے زکوٰۃ تصور کیا جائے تو اس ضمن مولانا نے زکوٰۃ کی ادائیگی کے حوالے سے ایک اہم اصول کو بیان کیا ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے ادا کرنے کے وقت زکوٰۃ کی نیت شرط ہے۔ اس اصول کی بنیاد پر مولانا نے لکھا ہے کہ اگر کسی کو پہلے سے قرض کی رقم دی ہو تو بعد میں اسے معاف کرکے زکوٰۃ تصور نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ادائیگی کے وقت نیت زکوٰۃ کی نہیں تھی بلکہ قابل واپسی قرض کی نیت تھی۔ تاہم یہاں امام نوویؒ کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ اگر مقروض کو زکوٰۃ دی جائے اور اس سے قرض کی واپسی کا مطالبہ کرکے وہی رقم قرض میں واپسی میں وصول کی جائے تو یہ جائز ہے۔ یہ مسلک امام ابو حنیفہ اور امام احمد کا یہ مسلک ہے اور اسے شافعیہ کا راجح مسلک بھی یہی ہے۔[۶] اس حوالے سے مولانا نے ابن حزم ظاہری، فقہ جعفری اور حسن بصری و عطاء کی رائے بھی بیان کی ہے کہ ان کے نزدیک قرض کو زکوٰۃ کے حساب میں معاف کرنے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے لیکن ساتھ ہی اپنی رائے بھی بیان کی ہے کہ یہ جمہور ائمہ کے مقابلے میں کمزور دلائل پر مبنی رائے ہے۔

گھر، گاڑی یا کاروبار کے لئے رکھی ہوئی رقم پر زکوٰۃ

مولانا نے مجموعہ شامی کا حوالہ دیتے ہوئے فتویٰ دیا ہے کہ گھر بنانے، گاڑی خریدنے یا کاروبار شروع کرنے کے لئے رکھی گئی رقوم پر زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی کیونکہ سال پورا ہونے کے وقت جو رقوم اور سامان تجارت موجود ہو اس پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے اگرچہ وہ رقم کسی بھی مقصد کے لئے رکھی گئی ہو۔

اس ضمن میں ایک سوال یہ بھی پوچھا گیا کہ اگر ایک شخص کے پاس اپنے استعمال کے لئے گاڑی ہو اور وہ گاڑی بیچ کوئی دوسری بہتر گاڑی خریدنا چاہے اور اس دوسری گاڑی خریدنے سے قبل اگر باقی مال پر زکوٰۃ ادا کرے تو کیا ساتھ میں گاڑی کے پیسوں پر بھی زکوٰۃ دیگا یا ان پر زکوٰۃ ادا نہیں کرنا ہوگا۔ اس بابت مولانا نے فقہی قاعدہ بیان کیا ہے کہ اگر مال ایک ہی قسم کا ہو مثلاً نقد رقم ہو تو دوران سال جو رقم بھی مل جائے وہ پہلے سے موجود نصاب میں شامل ہو جاتی ہے اگرچہ زکوٰۃ کا سال پورا ہونے سے ایک دن قبل ہی کیوں نہ ملی ہو اور مجموعی رقم پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے۔ تو اگر رقم گاڑی خریدنے کے لئے رکھی تھی لیکن زکوٰۃ ادائیگی کے وقت گاڑی نہ خریدی ہو اور رقم موجود ہو تو زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.05 | Issue 02 |January –June 2022
DOI:

مصارف زکوٰۃ کے مدات اور فی سبیل اللہ کی تشریح

مصارف زکوٰۃ کی مدات کے بارے میں مولانا گوہر رحمنؒ نے لکھا ہے کہ سورۃ توبہ کی جس آیت میں مصارف زکوٰۃ بیان ہوئے ہیں اس آیت کے آغاز میں لفظ انما آیا ہے جو عربی زبان میں حصر و اختصاص کے لئے آتا ہے یعنی صدقات واجبہ آیت میں مذکورہ آٹھ (۸) مدات میں منحصر ہیں۔ اگر ان مدات کے علاوہ دیگر فلاحی کاموں کو زکوٰۃ کے مصارف میں شامل کیا جائے تو پھر انما کا لفظ بے معنی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح زیاد بن حارث صدائیؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ صدقہ طلب کیا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

''إنَّ اللهَ لم يَرضَ بحُكمِ نبيٍ ولا غيرِهِ في الصدقات حتى حَكَم فيها هو، فجزَّأها ثمانيةَ أجزاء، فإن كنتَ مِن تلك الأجزاء أعطيتُك حقَّك''(۷)۔

صدقات کی تقسیم میں اللہ تعالیٰ نے کسی نبی یا غیر نبی کے فیصلے کو بھی پسند نہیں کیا بلکہ خود ہی اس کے لئے آٹھ مصارف متعین کر دیئے ہیں اگر تم ان آٹھ مصارف میں سے ہو تو میں تمہیں حق دے دوں گا۔

اس حدیث کی روشنی میں مولانا نے لکھا ہے کہ اگر بھلائی کے سارے کام زکوٰۃ کی مدات میں شامل ہے تو پھر اس ارشاد نبوی ﷺ کی کیا معنویت باقی رہ جاتی ہے۔

مصارف زکوٰۃ میں فی سبیل اللہ کی تحقیق

زکوٰۃ کی مد فی سبیل اللہ میں بھلائی کے ہر فعل کو شامل کرنے اور زکوٰۃ کو بھلائی کے تمام کاموں پر لگانے کی بات کرنے والوں کے جواب میں مولانا نے ایک تحقیقی مقالہ تحریر کیا جس میں انہوں نے سب سے پہلے لفظ فی سبیل اللہ کے معنی کی وضاحت کی اور لکھا کہ قرآن میں یہ لفظ ۶۰ مقامات پر ذکر ہوا ہے اور اس کے لفظی اور لغوی معنی تو عام ہے اور نیکی کے وہ تمام کام اس میں شامل ہے جو اللہ کی رضا کے لئے کئے جائے، لغوی معنی کے بیان کے بعد انہوں نے ماہرین لغت کے اقوال اور ائمہ کرام کے نزدیک اس لفظ کی اصطلاحی معنی کی تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کا شرعی اورر اصطلاحی معنی جہاد فی سبیل اللہ ہے یعنی وہ جنگ یا ہر وہ جدوجہد جس کا مقصد دین اسلام کو غالب کرنا او کفر و شرک کے نظام کو مٹانا ہو۔ جو لوگ ہر بھلائی کے کام کو فی سبیل اللہ میں شامل تصور کرتے ہیں، ان کے جواب میں مولانا نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر ہر نیکی کا کام فی سبیل اللہ کی مفہوم میں شامل ہوتا تو مصارف متعین کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ صرف اتنا ہی کافی ہوتا کہ صدقات بھلائی کے کام میں خرچ کرو۔ لیکن آٹھ مدات کا تعین کرنا اور صدقات کو انہی آٹھ مدات میں محدود و محصور کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ زکوٰۃ اور

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.05 | Issue 02 |January –June 2022
DOI:

دوسرے صدقات واجبہ کا مصرف نیکی کا ہر کام نہیں ہے بلکہ نیکی کا وہی مخصوص کام اس کا مصرف ہے جس اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

لفظ فی سبیل اللہ کی تحقیق اور معنی کے تعین کے بعد انہوں نے مذاہب اربعہ میں اس مصرف زکوۃ کی حیثیت اور ہر مذہب کا مفتیٰ بہ اور متداول مسلک بیان کیا ہے، اس کے ساتھ انہوں نے اس حوالے سے فقہ ظاہریہ کا مذہب بھی بیان کر دیا ہے۔ آخر میں انہوں نے ان شاذ اقوال کو ذکر کرکے ان کی تحقیق بیان کی ہے جن کی بنیاد پر بعض لوگ فی سبیل اللہ کی مد میں مساجد، شفاء خانوں اور مسافر خانوں کی تعمیر، کنویں، پل اور سڑکیں بنانے اور اس نوع کی رفاہی اداروں کی تنخواہیں اور دوسری دفتری ضروریات سب کو شامل کرتے ہیں۔ اس آراء کے جواب میں مولانا نے لکھا ہے کہ اولاً تو ان حضرات نے فی سبیل اللہ کے لفظی ترجمہ سے استدلال کیا ہے حالانکہ صحابہ و تابعین اور آئمہ فقہ کی غالب اکثریت نے بلکہ قریب بالاجماع کے کہا ہے کہ یہ لفظ جب مطلقاً ذکر ہوا ہو تو اس سے جہاد مراد ہوتا ہے۔ صرف لغت کی بنیاد پر تفسیر کرنے والے بالعموم راہ راست سے برگشتہ ہو جاتے ہیں۔ ان حضرات کی دوسری دلیل ان بن مالکؓ اور حسن بصریؒ کا درج ذیل قول ہے:

''مَا أَعْطَيْت فِي الْجُسُورِ وَالطُّرُقِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مَاضِيَةٌ''(۸).

جو کچھ تم نے پلوں اور راستوں میں دیا ہو وہ صدقہ معتبر ہے۔

اس قول کی تحقیق میں مولانا نے لکھا ہے کہ ابن قدامہ نے اس قول کو نقل کرکے اس کی تردید کی ہے، دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ امام ابو عبید قاسم ابن سلام نے اس قول کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ جب تم پلوں اور راستوں پر متعین عاشروں یعنی سرکاری عاملین کو زکوۃ ادا کروگے تو یہ ادا ہو جائے گی، دوبارہ ادائیگی ضروری نہیں ہوگی یعنی اس سے پلوں کی تعمیر و مرمت پر صرف کرنا مراد نہیں ہے(۹)۔

اسی طرح جو حضرات فی سبیل اللہ میں ہر بھلائی کے کام کو شامل کرتے ہیں ان کی تیسری دلیل یہ ہے کہ امام ابو یوسف نے مصارف صدقات کے باب میں بیان کیا ہے کہ:

''وَسَهْمٌ فِي إِصْلاحِ طُرُقِ الْمُسْلِمِينَ''(۱۰)۔

اور ایک حصہ راستوں کی اصلاح میں صرف کیا جائے گا۔

امام ابو یوسف کے حوالے سے ذکر کی گئی رائے کی تحقیق میں مولانا نے لکھا ہے کہ یہ فقرہ امام سرخسی کی مبسوط اور فقہ حنفی کی مستند اور متداول کتابوں میں مذکور امام ابو یوسف کے مذہب کے خلاف ہے۔ فقہ حنفی کی مستند اور متداول کتب میں امام ابو یوسف کا مذہب وہی بیان ہوا ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد عرفاً اور اصطلاحاً جہاد فی

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.05 | Issue 02 |January –June 2022
DOI:

سبیل اللہ ہے، لہذا مولانا نے لکھا ہے کہ امام ابو یوسف سے منقول ظاہر روایت اور آئمہ حنفیہ کی واضح تصریحات کے مقابلے میں یہ شاذ اور مشتبہ روایت قبول نہیں کی جاسکتی۔

ان حضرات نے چوتھی دلیل یہ بیان کی ہے کہ امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے کہ:

''وَاعْلَمْ أَنَّ ظَاهِرَ اللَّفْظِ فِي قَوْلِهِ: وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يُوجِبُ الْقَصْرَ عَلَى كُلِّ الْغُزَاةِ، فَلِهَذَا الْمَعْنَى نَقَلَ الْقَفَّالُ فِي تَفْسِيرِهِ عَنْ بَعْضِ الْفُقَهَاءِ أَنَّهُمْ أَجَازُوا صَرْفَ الصَّدَقَاتِ إِلَى جَمِيعِ وُجُوهِ الْخَيْرِ مِنْ تَكْفِينِ الْمَوْتَى وَبِنَاءِ الْحُصُونِ وَعِمَارَةِ الْمَسَاجِدِ، لِأَنَّ قَوْلَهُ: وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ عَامٌّ فِي الْكُلِّ''(۱۱).فی سبیل اللہ کے ظاہری معنی صرف غازیوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں اس عمومی معنی کے اعتبار سے قفال نے اپنی تفسیر میں بعض فقہاء سے نقل کیا ہے کہ صدقات بھلائی کے تمام کاموں پر صرف ہوسکتے ہیں۔ مثلاً مردوں کا کفن، قلعوں اور مساجد کا مفہوم اس لئے کہ فی سبیل اللہ کا مفہوم عام ہے۔

امام رازی نے اس سے قبل امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ سب کی رائے نقل کی ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد غازی ہے۔ قفالؒ نے ان بعض فقہاء کے نام تک نہیں لئے تاکہ معلوم ہوسکے کہ ان کا مقام تفقہ فی الدین میں کیا ہے۔ ایسے نامعلوم لوگوں کے شاذ اقوال کی آخر مذاہب اربعہ اور اہل ظاہر کی اجتماعی فتوے کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے۔

زکوٰۃ سے ریاست کے لئے دفاعی سازوسامان اور اسلحہ خریدنا

اس حوالے سے ایک سوال کے جواب میں مولانا گوہر رحمنؒ نے لکھا ہے کہ مصارف زکوٰۃ میں فی سبیل اللہ سے مراد جہاد اور اسلام کے غلبہ کی کوشش ہے اور اسلامی ریاست کے لئے جنگی سازوسامان چونکہ ریاست کے بقاء اور ریاست کے ذریعے اسلام کے غلبہ کی کوشش ہے لہذا یہ فی سبیل اللہ کے زمرے میں آتی ہے اور زکوٰۃ کو اس مصرف کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ یہاں پر مولانا نے یہ بھی وضاحت کی ہے کہ حنفیہ کی رائے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے تملیک شخصی شرط ہے، کا یہاں اطلاق نہیں ہوتا بلکہ وہ فقراء اور مساکین کو زکوٰۃ دینے کے بارے میں تو سمجھ میں آتی ہے لیکن فی سبیل اللہ کی مد میں تملیک کی شرعی دلیل میری سمجھ میں نہیں آسکی اس لئے کہ سبیل اللہ سے پہلے فی کا لفظ آیا ہے جو تملیک کے لئے نہیں بلکہ ظرفیت کے لئے آتا ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ زکوٰۃ کا محل اور مصرف جہاد بھی ہے۔ یہاں پر مولانا شافعیہ اور مالکیہ کا مذہب بھی ذکر کیا ہے جو کہ یہی ہے کہ اس مد میں تملیک شرط نہیں ہے۔ مولانا نے اس حوالے سے امام نووی کا درج ذیل قول بھی پیش کیا ہے:

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.05 | Issue 02 |January –June 2022
DOI:

’’ قَالَ الْخُرَاسَانِيُّونَ الْإِمَامُ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ سَلَّمَ الْفَرَسَ وَالسِّلَاحَ وَالْآلَاتِ إِلَى الْغَازِي أَوْ ثَمَنَ ذَلِكَ تَمْلِيكًا لَهُ فَيَمْلِكُهُ وَإِنْ شَاءَ اسْتَأْجَرَ ذَلِكَ لَهُ وَإِنْ شَاءَ اشْتَرَى مِنْ سَهْمِ سَبِيلِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَفْرَاسًا وَآلَاتِ الْحَرْبِ وَجَعَلَهَا وَقْفًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَيُعْطِيهِمْ عِنْدَ الْحَاجَةِ مَا يَحْتَاجُونَ إِلَيْهِ ثُمَّ يَرُدُّونَهُ إِذَا انْقَضَتْ حَاجَتُهُمْ وَتَخْتَلِفُ الْمَصْلَحَةُ فِي ذَلِكَ بِحَسْبِ قِلَّةِ الْمَالِ وَكَثْرَتِهِ‘‘ (۱۲)۔

’’خراسانی علماء نے کہا ہے کہ حکمران کو اختیار ہے، اگر چاہے تو اسلحہ اور آلات جنگ غازیوں کو ملکاً دے دیں یا ان چیزوں کی قیمت دے دیں تو وہ ان کے مالک ہو جائیں گے اور اگر چاہے تو زکوٰۃ فنڈ سے جہاد کے لئے گھوڑے اور دیگر آلات حرب خرید کے جہاد کے لئے وقف کر دے۔ ضرورت کے وقت غازیوں کو ان کی ضرورت کی چیزیں استعمال کے لئے دے دیں اور جب ضرورت پوری ہو جائے تو وہ ان چیزوں کو واپس کر دیں۔ اس بارے میں مال زکوٰۃ کے کم اور زیادہ ہونے کے اعتبار سے مصالح مختلف ہو سکتی ہیں‘‘۔

اپنی رائے کی مزید توثیق کے لئے مولانا نے قاضی ابن العربی مالکی اور امام قرطبی مالکی کا درج ذیل قول بھی پیش کیا ہے:

’’ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْحَكَمِ: يُعْطَى مِنْ الصَّدَقَةِ فِي الْكُرَاعِ وَالسِّلَاحِ، وَمَا يُحْتَاجُ إِلَيْهِ مِنْ آلَاتِ الْحَرْبِ، وَكَفِّ الْعَدُوِّ عَنْ الْحَوْزَةِ؛ لِأَنَّهُ كُلَّهُ مِنْ سَبِيلِ الْغَزْوِ وَمَنْفَعَتِهِ‘‘(۱۳).

’’محمد بن حکم نے کہا ہے کہ صدقات میں سے گھوڑے خریدنے میں اور دیگر وہ آلات حرب خریدنے میں جن کی ضرورت ہو اور ہر وہ چیز خریدنے میں رقم دی جاسکتی ہے جس کی دارالاسلام کی حفاظت کے لئے ضرورت ہو، اس لئے کہ یہ سب جہاد میں شامل ہیں اور ان سے جہاد کے کام کو فائدہ پہنچتا ہے‘‘۔

دعوتی، تبلیغی، سیاسی اور تعلیمی مقاصد کے لئے زکوٰۃ کا استعمال

زکوٰۃ کی رقم کو دعوتی، تبلیغی، سیاسی اور تعلیمی مقاصد کے لئے استعمال کرنے کے حوالے سے مختلف سوالات کے جوابات میں مولانا نے لکھا ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے اور جہاد صرف لڑنے کا نام نہیں ہے بلکہ ہر اس جدوجہد پر جہاد کا اطلاق ہوتا ہے جس کا مقصد غلبہ دین ہو، خواہ وہ زبان سے ہو، قلم سے ہو یا دوسرے ذرائع سے ہو۔ یہاں پر مولانا نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ امام جصاص نے جہاد بالعلم کو جہاد بالسیف سے افضل قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ مزید وضاحت کے لئے مولانا نے لکھا ہے کہ سورۃ نحل آیت ۱۱۰، الفرقان آیت ۱۵۲ اور العنکبوت آیت ٦ اور ٦۹ میں بھی جہاد کا ذکر آیا ہے جبکہ یہ مکی سورتیں ہے اور مکہ مکرمہ میں قتال کی اجازت نہیں تھی۔ اسی طرح متعدد احادیث و آثار موجود ہے جس میں لفظ جہاد کو قتال کے علاوہ دوسرے معانی میں بھی استعمال

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.05 | Issue 02 |January –June 2022
DOI:

کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر صحیح مسلم میں جہاد کی تین قسمیں بیان ہوئی ہے جہاد بالید، جہاد باللسان اور جہاد بالقلب۔ یہاں مولانا نے یہ رائے دی ہے کہ زکوۃ کی رقم قتال کے علاوہ دیگر مصارف پر بھی استعمال ہو سکتی ہے بشرطیکہ وہ مصارف غلبہ دین کے لئے ہو۔ تاہم مولانا نے یہ بھی لکھا ہے کہ مساجد کے ائمہ و خطباء کا ماہانہ مشاہرہ زکوٰۃ کی رقم سے نہیں دیا جاسکتا تاہم اگر انہیں عاملین زکوٰۃ کا منصب دیا جائے اور وہ زکوٰۃ و عشر کی تحصیل و تقسیم کا کام بھی کرے تو انہیں بحیثیت عامل زکوٰۃ سے تنخواہ دی جاسکتی ہے لیکن وہ تنخواہ امامت و خطابت کی نہیں ہو گی بلکہ وہ تقسیم کے عمل کی اجرت کے طور پر ہو گی۔

فلاحی اداروں (این جی اوز) کو رفاہی کاموں کے لئے زکوٰۃ دینا

موجودہ دور میں فلاحی اداروں کے مختلف سرگرمیوں کے لئے زکوۃ کے استعمال کے بابت مختلف سوالات ہوئے۔ اس حوالے سے مولانا نے ایک اصولی بات یہ بیان کی ہے کہ مساکین و فقراء کو زکوۃ دی جاسکتی ہے اور یہ زکوٰۃ ان کو نقد بھی دی جاسکتی ہے اور اس رقم پر ان کی ضرورت کی چیزیں بھی ان کو دی جاسکتی ہے، مثلاً نادار مریضوں کو علاج کی رقم بھی دی جاسکتی ہے اور ان کو ادویات بھی خرید کر دی جاسکتی ہے۔ یہاں مولانا نے احناف کی شرط تملیک ذکر کی ہے اور لکھا ہے کہ اس صورت میں اگر نقد رقم دی جائے یا ادویات دی جائے دونوں صورتوں میں تملیک کی شرط پوری لو جاتی ہے۔ لہذا اگر کوئی ادارہ نادار لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے نقد رقم دیتی ہو یا ان کی ضروریات کی اشیاء خرید کر دیتی ہو تو ایسے فلاحی اداروں کو زکوۃ دینا جائز ہے اور اس زکوۃ کا یہ استعمال بھی جائز ہے۔ تاہم ایسے فلاحی ادارے جو نادار کو رقم یا اشیاء نہ دیتے ہو بلکہ انہیں سہولت میسر کرتے ہو مثلا ایمبولینس کی سہولت یا میت گاڑی کی سہولت، تو احناف کے نزدیک تو اس پر زکوۃ کی رقم خرچ کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں تملیک کی شرط پوری نہیں ہوتی۔ تاہم یہاں پر مولانا نے اپنی رائے دیتے ہوئے لکھا ہے کہ میری ناقص رائے میں ایمبولنس خرید کر وقف کرنے سے زکوۃ ادا ہو جائیگی بشرطیکہ اس ایمبولنس سے استفادہ صرف فقراء اور مساکین کرتے ہوں اور اگر غیر مستحق نے اس سے استفادہ کیا اور زکوۃ دینے والے کو اس استفادے کا علم بھی ہو تو اس صورت میں زکوۃ ادا نہیں ہو گی۔ یہاں مولانا نے یہ مشورہ بھی دیا ہے کہ اختلافی مسائل میں احتیاط کرنی چاہئے، اس لئے ایمبولنس خریدنے کے لئے عام صدقہ جاریہ استعمال کئے جائے تو بہتر ہے، اسی طرح میت گاڑیوں کے لئے بھی بہتر ہے کہ دوسرے صدقات استعمال کئے جائے۔ تاہم نادار لوگوں کو میت گاڑی کا خرچ یا ایمبولنس کا خرچ دینے سے زکوۃ ادا ہو جائیگی کیونکہ وہ ان میں ملکیت میں آجائینگے اور اس سے وہ اپنی ضرورت کو پورا کرلیں گے۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.05 | Issue 02 |January –June 2022
DOI:

حواشی وحوالہ جات(References)

(١) شیخ القرآن کی سن پیدائش کے متعلق ایک رائے یہ ہے کہ ان کی تاریخ پیدائش ١٩٣٠ء ہے جبکہ دوسری رائے کے مطابق شیخ القرآنؒ کی سن پیدائش ١٩٣٦ء ہے۔ پہلی رائے درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ مولانا مرحوم نے جماعت اسلامی کے ارکان کے ریکارڈ میں اپنی تاریخ پیدائش اپنے ہاتھ سے ١٩٣٠ء لکھی ہے اور ان کے برادر اصغر کی رائے کے مطابق بھی: "چونکہ اس زمانے میں تاریخ پیدائش لکھنے کا اس طرح اہتمام نہیں کیا جاتا تھا جس طرح آج ہے۔ اسلئے واضح طور پر کہنا کچھ مشکل ہے، تاہم ان کے خیال کے مطابق مولانا کی تاریخ پیدائش ١٩٣٠ء ہی ہے"۔

(٢) پروفیسر عبدالغنی فاروق کے مضمون "شیخ القرآن والحدیث مولانا گوہر رحمن ایک گوہر یکتا، حالات زندگی مرحوم کے اپنے قلم سے" مطبوعہ مجلۃ المصباح گوہر زمان نمبر سے ماخوذ

(٣) ایضاً

(٤)أبو عبدالله ، محمد بن إسماعيل البخاري ،الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه = صحيح البخاري، كِتَابُ الزَّكَاةِ، بَابٌ: مَا أُدِّيَ زَكَاتُهُ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ

(٥)ابن عابدين ، محمد أمين بن عمر، رد المحتار على الدر المختار ، دار الفكر، بيروت ،الطبعة الثانية، ١٤١٢هـ - ١٩٩٢م، ج ٢، ص ٢٧٣

(٦)النووي ، محيي الدين يحيي بن شرف ، المجموع شرح المهذب طبع مكتبة الارشاد جده، ج٦، ص ١٩٩-١٩٨

(٧)أبو داود سليمان بن الأشعث ، سنن أبي داود ، كتاب الزكاة ، باب من يعطي من الصدقة وحد الغني

(٨)بن قدامة ، أبو محمد موفق الدين عبد الله بن أحمد ، المغني لابن قدامة ، مكتبة القاهرة،الطبعة: بدون طبعة ، ج ٢، ص٤٩٧

(٩)أبو عُبيد ، القاسم بن سلاّم ، كتاب الأموال ، دار الفكر. — بيروت،ج ١، ص ٦٨٥

(١٠) أبو يوسف، يعقوب بن إبراهيم، الخراج ، المكتبة الأزهرية للتراث ، ج ١، ص ٩٤

(١١)الرازي ، أبو عبد الله محمد بن عمر ، مفاتيح الغيب = التفسير الكبير ، دار إحياء التراث العربي ، بيروت الطبعة: الثالثة - ١٤٢٠ هـ، ج١٦، ص٨٧

(١٢)النووي ، محيي الدين يحيي بن شرف ، المجموع شرح المهذب ، دار الفكر ، بيروت ،ج ٦ ص ٢١٣

(١٣)ابن العربي، محمد بن عبد الله، أحكام القرآن، دار الكتب العلمية، بيروت ، لبنان ،الطبعة الثالثة، ١٤٢٤ هـ - ٢٠٠٣ م، ج ٢، ص ٥٣٤